سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں اختلاف رائے اور اسکے آداب ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Difference of opinion and its manners in the light of Seerah A research and analytical study

Dr. Hafiz Muhammad Zaheer
Lecturer, Research Department, Da'wah Academy, IIU, Islamabad
Email: hafiz.zaheer@iiu.edu.pk

Dr. Hafiz Abdul Manan Zahidi
Lecturer, Da'wah Academy, IIU, Islamabad
Email: abdul.manan@iiu.edu.pk

ABSTRACT:

One of the most important problems faced by Muslim Ummah nowadays is, "sectarianism". If we look into the reasons & causes, "difference of opinion" is considered as the biggest reason of this problem. Although difference of opinion itself is not a bad thing, rather than it is a natural phenomenon, because every person has a different way of thinking so he has a right to have an opinion about any issue based on his own research. Moreover it is not necessary that his opinion will be acceptable to others in such a way as it is acceptable to him. This is a natural process and very useful for a healthy society. However, if the way of exploring & sharing this opinion among the society is not adopted properly, it becomes a cause for division and grouping. So there is a need of proper guide line to tackle this problem. The life of the holy prophet is a great guideline for all Muslims in every field of life and in every problem. Many incidents occurred in front of holy prophet (PBUH) and he resolved them accordingly. In this article, we will discuss some of these incidents and their solutions by the holy prophet (PBUH). Moreover we will map these incidents with the current scenario and try to find out the solutions to the said problems in light of the seerah of Prophet Muhammad (PBUH).

***Keywords**: Seerah, Difference, Problems, Opinion, Sectarianism*

امت محمدیہ ﷺ آج جن مسائل سے دوچار ہے ان میں سے سب سے اہم مسئلہ فرقہ بندی اور گروہ بندی ہے۔ اگر اس فرقہ بندی اور گروہ بندی کے اسباب پر غور کیا جائے تو سب سے بڑا سبب 'اختلاف رائے' کا معلوم ہوتا ہے۔

اختلاف رائے کوئی بری چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک فطری چیز ہے کیونکہ ہر انسان اپنی پسند، مزاج، ذوق، طبیعت اور اپنی تحقیق کی بنیاد پر ایک رائے رکھتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ یہ رائے دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرح قابل قبول ہو جس طرح رائے دینے والے کو ہے اور یہ عدم اتفاق ایک فطری عمل ہے اور صحت مند سماج کے لیے انتہائی مفید بھی ہے۔ تاہم اگر اس رائے کے اظہار اور اسکو دوسروں سے منوانے کے لیے مناسب طریقہ اختیار نہ کیا جائے تو یہ تقسیم اور گروہ بندی کا سبب بن جاتا ہے۔ اختلاف ویسے تو انسان کے ابتداء وجود سے موجود ہے، تاہم مسلم تاریخ کے تناظر میں ہم دیکھیں تو اس امت کے عہدِ زریں اور قرون مشہود لہا بالخیر میں بھی یہ اختلاف ہم کو زندگی کے کئی مظاہر میں ملتا ہے، لیکن اس اختلاف کے ساتھ تعامل کا جو نبوی طریق اور سلف کا طرز تھا، وہ اس عہدِ زوال کے دور سے بہت کچھ مختلف معلوم ہوتا ہے۔ ویسے تو اختلاف کی مختلف انواع اور اس کے ساتھ تعامل کو امت کے عہد بعہد زمانوں میں دیکھا جا سکتا ہے، تاہم اس مقالے میں راقم نے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اس اختلاف کے ساتھ تعامل کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپؐ نے کس طرح اختلاف کی مختلف انواع کو اپنی حکیمانہ بصیرت کے ساتھ دیکھا اور اس کے مناسبِ حال ردعمل کا اظہار فرمایا۔ اس کے علاوہ سیرت ہی کے مختلف واقعات اور آپ ﷺ کے مختلف فرامین کی مدد سے اختلاف رائے کے آداب کا بھی مختصراً ذکر کیا جائے گا۔ مقالے حسبِ ذیل مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

- **اختلاف: تعریف واقسام**
  - اختلاف مردود
  - اختلاف مقبول
- **عہدِ نبویؐ میں اختلافات کی نوعیت اور انکے ساتھ تعامل میں نبوی ﷺ طریق کار**
  - نبی کریم ﷺ کے نزدیک ناپسندیدہ اختلافات
  - صحابہؓ کے درمیان اختلاف رائے کے اظہار میں شدّت پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے تنبیہ
  - یکساں صورتحال میں مختلف صحابہؓ کی طرف سے مختلف عمل پر آپ ﷺ کا ردعمل
  - ایک ہی حکم پر مختلف صحابہؓ کی طرف سے مختلف عمل پر آپ ﷺ کا ردعمل
  - صحابہ کرام کے محلِ نظر عمل پر آپ ﷺ کا ردّ عمل
- **خاتمہ:**
  - نتائج
  - سفارشات وتجاویز

اختلاف: مفہوم واقسام۔

معنی و مفہوم:

لفظ اختلاف کا مادہ (خ-ل-ف) ہے۔ جس کا مطلب ہے "جانشین ہونا" اور یہ مادہ جب باب افتعال میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب اپنے پیچھے سے پکڑنے کا ہوتا ہے۔ اختلاف کی کئی انواع ہو سکتی ہیں۔

اختلاف کی تعریف کرتے ہوئے علامہ جرجانی فرماتے ہیں: "الخلاف: منازعة تجري بين المتعارضين لتحقيق حقٍ أو لإبطال باطل".[1] دو فریقوں کے درمیان حق کے اثبات اور باطل کے ابطال کے لیے جو بحث و مباحثہ ہو اس کو اختلاف کہتے ہیں۔

ڈاکٹر طہ جابر فیاض العلوانی لکھتے ہیں کہ: "کسی کے احوال یا اس کی باتوں سے کوئی الگ راستہ اختیار کرنے کو اختلاف اور مخالفت کہتے ہیں۔ اور خلاف ضد سے زیادہ عام ہے۔ کیونکہ ہر دو ضد ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن ہر دو مختلف چیزیں ایک دوسرے کی ضد نہیں ہوتیں"۔[2]

اختلاف کی اقسام:

اختلاف کی مختلف اعتبار سے مختلف اقسام بیان کی جاتی ہیں مثلاً حقیقی، غیر حقیقی، تضاد، تنوّع اور محمود، مذموم اور مباح وغیرہ لیکن ہم نے اس مقالے میں صرف اس کی دو اقسام کا ذکر کرنا جو مقالے کے عنوان سے متعلق ہیں، چنانچہ ہم اس مقالے کے مرکزی مضمون میں جانے سے پہلے صرف مندرجہ ذیل دو اقسام کی مختصر وضاحت کریں گے۔

۱- اختلاف مردود

۲- اختلاف مقبول

۱- اختلاف مردود:

قرآن و سنت سے ثابت شدہ اصول و کلیات سے مختلف رائے رکھنا، مردود کے ضمن میں آتا ہے۔ نیز ذاتی مقاصد اور شخصی معاملات کے حصول کے لیے جو اختلاف کیا جاتا ہے وہ بھی اختلاف مردود کے زمرے میں آتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر طہ جابر العلوانی اس سلسے میں لکھتے ہیں کہ: ذاتی معاملات، شخصی اغراض و مقاصد کے حصول کے اور کبھی کبھی علم و فہم اور تفقہ کے اظہار کے لیے خلاف کی بنیاد پڑتی ہے۔ جس کی تمام شکلیں معیوب اور مذموم ہیں۔ کیونکہ تحقیق حق کی بجائے ہوائے نفس کا اس پر غلبہ ہوتا ہے جو ہمیشہ باعث شر و فساد ہوتا ہے۔ اور یہ نفسانیت شیطان کی ایسی سواری ہے جو منزل کفر و عصیان تک پہنچا دیتی ہے۔[3]

اسی نوع کے اختلاف سے منع کرتے ہوئے اللہ ربّ العزّت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾[4]

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ (اگر تم ایسا کروگے تو) بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر سے کام لو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[5]

اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جو فرقہ فرقہ ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے واضح دلائل آجانے کے بعد انہی کے لئے قیامت کے دن بڑا عذاب ہے۔

۲- اختلاف مقبول

قرآن و سنت سے ثابت شدہ اصول و ضوابط اور کلیات کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی رائے سے اختلاف کیا جائے تو یہ اختلاف مقبول کہلاتا ہے، چنانچہ صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام کے درمیان غیر منصوص مسائل کا حکم شرعی معلوم کرتے ہوئے جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر علوانی رقمطراز ہیں کہ رنگ، زبان اور افکار و نظریات کے اختلاف کے ساتھ متنوع انسانی عقل و حواس کی تخلیق بھی منشاء خداوندی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں کئی آراء و اقوال سامنے آجائیں۔ جس طرح سے رنگ و زبان اور مظاہر تخلیق کے اختلافات اللہ کی تخلیق کی نشانیاں ہیں بالکل اسی طرح عقل و حواس بھی اپنے نتائج کے ساتھ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں اور اس کی قدرت کاملہ کی دلیل ہیں۔ اگر تمام انسان ہر اعتبار سے یکساں ہوتے تو دنیا کی آبادی و شادابی کا جو منظر ہم دیکھ رہے ہیں دیکھنے کو نہ ملتی۔ اللہ ربّ العزّت نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ * إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ﴾[6]

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں ایک جماعت بنا دیتا لیکن وہ اختلاف کرتے رہیں گے، سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ کا رب رحم کرے[7]۔

عہدِ نبویؐ میں اختلافات کی نوعیت اور انکے ساتھ تعامل میں نبویؐ طریق کار

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی ایسے واقعات پیش آئے جن میں لوگون کے مابین اختلاف ہوا، اور یہ اختلاف بعض اوقات ایسی شکل میں بھی ہوا کہ جس پر آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور کبھی ایسا اختلاف بھی پیش آیا کہ جس پر آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ خاموشی اختیار فرمائی بلکہ بعض اوقات تو مسکرا کر اس کی خاموش تائید بھی فرمادی۔ چنانچہ اس عنوان کو چند ذیلی عناوین میں تقسیم کرکے ہم ایسے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے نزدیک ناپسندیدہ اختلافات

نبی کریم ﷺ کے سامنے صحابہ کرامؓ کے درمیان مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ اور آپ ﷺ بہت سے معاملات میں اس گفتگو کا حصہ بھی بنا کرتے تھے لیکن کچھ معاملات ایسے تھے جن پر اگر آپ ﷺ صحابہ کرام کو گفتگو کرتے ہوئے دیکھتے تو ناپسند فرماتے بلکہ بعض اوقات تو آپ ﷺ نے کافی ناراضی کا بھی اظہار فرمایا۔
چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ: عن عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ: هَجَرْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا، قَالَ: فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ، فَقَالَ: «إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ».[8]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کی طرف گیا۔ میں نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو کسی آیت کے سلسلے میں اختلافی بحث کر رہے تھے۔ (ان کی آواز سن کر) آپ ﷺ باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے اثرات تھے اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کر کے ہی ہلاک ہوئے۔

یہی مضمون متعدد روایات میں مذکور ہے کہ قرآن کریم میں اگر کوئی شخص اختلاف کرے اور اس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کوشش کرے اور اس کی متشابہات میں غیر ضروری بحث و تمحیص میں پڑ جائے تو اس پر اسی طرح کی ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ سے ایک اور روایت منقول ہے۔ حضرت جندب بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ: «اقْرَؤُوا القُرْآنَ ما ائْتَلَفَتْ قُلُوبُكُمْ، فإذا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عنْه».[9]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن کریم پڑھو جب تک کہ تمہارے دل ملے رہیں اور جب اس میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

اسی طرح سے ایک اور بات جو آپ ﷺ کو سخت ناپسند تھی اور آپؐ نے اس کا اظہار بھی کئی بار فرمایا وہ تھی غیر ضروری سوال اور انبیاء سے اختلاف۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرۃؓ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ: أَنَّ النبي ﷺ قال: «ذروني ما تركتُكم فإنَّما هلَكَ الَّذينَ من قبلِكم بِكثرةِ مسائلِهم واختلافِهم على أنبيائِهم ، ما نَهيتُكم عنهُ فاجتَنبوهُ وما أمرتُكم بِهِ فافعلوا منهُ ما استطعتُم».[10]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تک میں تم سے یکسو رہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز

سے روکوں تو تم بھی اس سے رک جاؤ اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اس کو پورا کرو۔

مذکورہ بالا اور اسی نوعیت کی دیگر روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کو غیر ضروری سوالات ، کتاب اللہ میں اختلاف اور انبیاء کے سامنے اختلاف کو اس قدر ناپسند تھا کہ بعض اوقات آپ ﷺ کی ناراضی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک پر بھی نظر آجاتے تھے۔ حالانکہ اللہ رب العزّت نے قرآن مقدس میں آپ کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ اللہ کی رحمت سے بہت نرم خو ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾[11]

اے نبی ﷺ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے حق میں بہت نرم ہیں اور اگر آپ ﷺ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ ﷺ کے ارد گرد سے منتشر ہو جاتے پس آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں پھر جب آپ فیصلہ کرلیں تو اب اللہ پر توکل کریں یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آپ کی نرم مزاجی کے باوجود اگر آپ ﷺ کے مبارک چہرہ پر اگر ناراضی کے آثار دیکھے گئے ہیں تو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس درجے کا اور ان مذکورہ معاملات میں امت کے درمیان اختلاف آپ ﷺ کو کس قدر ناپسند تھا کہ باوجود نرم خو ہونے کے آپ ﷺ اس قدر غضبناک ہو جاتے۔

صحابہؓ کے درمیان اختلاف رائے کے اظہار میں شدّت پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے تنبیہ

نبی کریم ﷺ کو اللہ کی طرف سے ایک حکم یہ بھی ملا تھا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ مشورہ کیا کرو جیسا کے مذکور بالا آیت میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ سے اکثر اوقات مشاورت فرمایا کرتے تھے۔ اسی مشاورت میں بعض اوقات رائے کے اظہار میں کچھ صحابہؓ سے ایسی باتیں سرزد ہوئیں کہ جن پر حضور ﷺ نے بھی تنبیہ فرمائی بلکہ بعض اوقات تو اللہ رب العزّت نے خود تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ سورۃ حجرات کی ابتدائی آیات کے شان نزول میں مختلف روایات کتب حدیث میں منقول ہیں ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ: عن ابن أبي مليكة، قال: "كَادَ الخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أبو بَكْرٍ وعُمَرُ»، لَمَّا قَدِمَ علَى النبيِّ ﷺ وفْدُ بَنِي تَمِيمٍ، أَشَارَ أَحَدُهُما بالأَقْرَعِ بنِ حَابِسٍ التَّمِيمِيِّ الحَنْظَلِيِّ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ، وأَشَارَ الآخَرُ بغَيْرِهِ (القعقاع بن معبد بن

زرارة[١٢])، فَقالَ أبو بَكْرٍ لِعُمَرَ: إنَّما أرَدْتَ خِلَافِي، فَقالَ عُمَرُ: ما أرَدْتُ خِلَافَكَ، فَارْتَفَعَتْ أصْوَاتُهُما عِنْدَ النبيِّ ﷺ، فَنَزَلَتْ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ﴾[١٣]".[١٤]

ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا قریب تھا کہ دو سب سے بہتر افراد (یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ) ہلاک ہو جاتے۔ جب بنی تمیم کا وفد آیا (اور آپ ﷺ سے انہوں نے اپنے لئے امیر متعین کرنے کی درخواست کی) تو حضرت عمرؓ نے اقرع بن حابسؓ کے لئے رائے دی اور حضرت ابو بکرؓ نے ان کے علاوہ کسی دوسرے صحابیؓ (قعقاع ابن معبد بن زرارة) کا نام پیش کیا اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ نے مجھ سے اختلاف کرنے کا ارادہ کیا ہے جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا ارادہ آپ سے اختلاف کرنے کا ہرگز نہیں تھا اسی دوران نبی کریم ﷺ کے سامنے دونوں حضرات آوازیں بلند ہو گئیں جس پر اللہ تعالی نے سورہ حجرات کی یہ آیت اتاری کہ: "اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو"۔

اس آیت میں اگرچہ ظاہری الفاظ میں نبی کریم ﷺ کا ایک ادب بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کے شان نزول پر غور کیا جائے تو اسی آیت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کو اور رسول ﷺ کو صحابہ کرامؓ کا آپس میں اس طرح سے گفتگو کرنا پسند نہ آیا اور اس پر سخت تنبیہ فرمائی۔

اسی طرح سیرت ابن ہشام میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص جو مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ جب اس نے مسلمانوں کے اور خاص طور پر وہ دو قبیلے (اوس اور خزرج) جو مسلمان ہوئے تھے ان کی آپس میں محبت دیکھی تو اس کو یہ بہت ہی ناگوار گزری۔ چنانچہ اس نے ایک یہودی نوجوان کو کہا کہ تم جا کر ان کے درمیان بیٹھ کر بعاث کی لڑائی (جو اوس اور خزرج کے درمیان دور جاہلیت میں ہوئی تھی) کا ذکر چھیڑو۔ پس اس نوجوان نے مجلس میں آکر اس جنگ کا ذکر چھیڑا اور کچھ اشعار پڑھے جس سے کہ دونوں قبیلے ایک دوسرے پر اپنا فخر ظاہر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ باہم سخت کلامی واقع ہوئی اور آخر ہتھیار لگا کر جنگ کے لیے میدان میں آموجود ہوئے۔ یہ خبر جناب نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ وہاں تشریف لائے اور فرمایا: "يا معشر المسلمين، الله الله، «أَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟» بعد أن هداكم الله للإسلام، وأكرمكم به، وقطع به عنكم أمر الجاهلية، واستنقذكم به من الكفر، وألف به بين قلوبكم".[١٥]

اے مسلمانو! کیا ابھی بھی جاہلیت کے دعوے کرتے ہو؟ حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں اور اللہ نے تمہیں ہدایت دی اور اس کے ذریعے تمہیں عزّت دی اور کاٹ کر رکھ دیں تم سے جاہلیت کی باتیں اور بچا لیا تمہیں کفر سے اور تمہارے درمیان الفت و محبت قائم کر دی۔

اس وقت فریقین کو احساس ہونے پر کہ یہ تو ایک شیطانی وسوسہ تھا جس میں وہ مبتلا ہو گئے تھے، رو پڑے اور آپس میں گلے لگ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ گئے اور اللہ تعالی نے بخیر و عافیت ان کو اس شر سے بچا لیا۔ اور انکے لیے یہ آیات نازل فرمائیں۔[١٦]

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ * وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [١٧]

اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب کے کسی فریق کا کہا مان لو گے تو وہ تمھیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے *اور تم کیونکر کفر کرو گے جبکہ تم کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اس کے پیغمبر موجود ہیں اور جس نے خدا (کی ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے رستے لگ گیا۔

یکساں صورتحال میں مختلف صحابہؓ کی طرف سے مختلف عمل پر آپ ﷺ کا ردعمل

نبی کریم ﷺ اگر کوئی نامناسب چیز دیکھتے تو اس پر برمحل تنبیہ فرما دیتے۔ اسی طرح کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ کے سامنے دو مختلف لوگوں نے اپنے اپنے اعمال بتائے تو اس پر آپ ﷺ نے ان کی راہنمائی بھی فرمائی۔ چنانچہ اس ضمن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے واقعات کے متعلق لوگ دریافت کیا کرتے تھے آپؐ اس کا جواب دے دیا کرتے تھے وہ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے ان کی تعریف کرتے تھے اور اگر برا کام کرتے ہوئے ان کو دیکھتے تھے تو اس کی برائی بیان فرما دیا کرتے تھے۔ اور اکثر موقع فتوی اور فیصلہ کرنے کا یا کام کرنے والے کی برائی بیان کرنے کا مجلسوں میں ہی ہوا کرتا تھا۔[١٨]

اسی طرح کی چند ایک روایات یہاں پیش کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسے صحابہؓ حضور کی خدمت میں آ کر اپنے سوالات اور ان پر کیے گئے اپنے اجتہادات بیان کرتے تھے اور آپؐ ان پر کیسے تعامل فرمایا کرتے تھے؟

عَنْ طَارِقٍ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يُصَلِّ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ «أَصَبْتَ» فَأَجْنَبَ رَجُلٌ آخَرَ فَتَيَمَّمَ وَصَلَّى فَأَتَاهُ فَقَالَ نَحْوَ مَا قَالَ لِلْآخَرِ يَعْنِي «أَصَبْتَ».[١٩]

کہ ایک شخص کو نہانے کی ضرورت ہوئی تو اس نے نماز نہ پڑھی بعد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا سارا واقعہ بیان کیا جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے صحیح کیا' اسی طرح ایک اور آدمی کو نہانے کی حاجت ہوئی تو اس نے تیمم کر کے نماز ادا کر لی' اسی طرح جب یہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ تم نے صحیح کیا۔

مذکورہ روایت میں اگرچہ دونوں صحابہؓ کرام کا عمل بالکل مختلف تھا لیکن آپ ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔
اسی طرح سے ایک اور روایت میں ہے کہ: عن أبي سعيد الخدري قال: خرجَ رجلانِ في سفرٍ؛ وحضرتِ الصَّلاةُ وليسَ معَهُما ماءٌ؛ فتيمَّما فصلَّيا، ثمَّ وجدَ الماءَ في الوقتِ، فأعادَ أحدُهُما الصَّلاةَ، ولم يُعِدِ الآخرُ، ثمَّ أتَيا رسولَ اللَّهِ ﷺ فذكرا ذلِك، فقالَ للَّذي لم يُعِدْ: «أصبتَ السُّنَّةَ، وأجزأتكَ صلاتُكَ»، وقالَ للَّذي توضَّأ وأعادَ: «لَكَ الأجرُ مرَّتينِ».[20]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی سفر پر نکلے اور نماز کا وقت ہوگیا۔ ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کرکے نماز پڑھ لی، مگر ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ پانی مل گیا تو ان میں سے ایک نے وضو کرکے نماز دہرالی اور دوسرے نے نہ دہرائی۔ پھر وہ دونوں جناب کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اپنا واقعہ سنایا تو آپ نے اس سے جس نے نماز نہیں دہرائی تھی، فرمایا تم نے سنت پر عمل کیا اور تمہارے لیے تمہاری نماز کافی ہوگئی اور جس نے وضو کرکے نماز دہرائی تھی 'اسے فرمایا: 'تمہارے لیے دہرا اجر ہے'۔
اس روایت میں بھی گزشتہ روایت کی طرح دو مختلف لوگوں کا عمل بظاہر بالکل مختلف ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے دونوں کے عمل کی تصویب فرمائی۔ البتہ دوسرے کے عمل کو زیادہ پسند فرمایا۔ اسی طرح سے قرآن کو آہستہ، بلند اور مختلف سورتوں سے پڑھنے کے بارے میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ: عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُخَافِتُ بِصَوْتِهِ إِذَا قَرَأَ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَجْهَرُ بِقِرَاءَتِهِ وَكَانَ عَمَّارٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا قَرَأَ يَأْخُذُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَهَذِهِ فَذُكِرَ ذَاكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِمَ تُخَافِتُ قَالَ إِنِّي لَأُسْمِعُ مَنْ أُنَاجِي وَقَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِمَ تَجْهَرُ بِقِرَاءَتِكَ قَالَ أُفْزِعُ الشَّيْطَانَ وَأُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَقَالَ لِعَمَّارٍ وَلِمَ تَأْخُذُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَهَذِهِ قَالَ أَتَسْمَعُنِي أَخْلِطُ بِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ قَالَ لَا قَالَ فَكُلُّهُ طَيِّبٌ.[21]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ آہستہ آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے جبکہ حضرت عمرؓ بلند آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے اسی طرح حضرت عمارؓ کبھی کسی سورت سے تلاوت فرماتے اور کبھی کسی سے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے جب اس بات کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ آپ آہستہ آواز میں کیوں تلاوت کرتے ہیں؟ تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا میں جس سے مناجات کر رہا ہوتا ہوں اسی کو سناتا ہوں۔ جب حضرت عمرؓ سے باآواز بلند تلاوت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سونے والوں کو جگاتا ہوں۔ حضرت عمارؓ سے جب پوچھا کہ آپ مختلف سورتوں کے مختلف مقامات سے تلاوت کیوں کرتے ہیں؟ تو حضرت عمارؓ نے عرض کیا آپ نے کبھی مجھے کسی ایسی چیز کو جو اس میں موجود نہ ہو وہ اس میں خلط ملط کرتے ہوئے سنا ہے؟ فرمایا نہیں۔ اس پر پھر آپ ﷺ نے فرمایا سب صحیح ہیں۔

اس روایت میں آپ ﷺ نے تین مختلف صحابہ کرامؓ کے ایک ہی کام میں مختلف طریقہ کار اختیار کرنے پر تصویب فرمائی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس طرح کے کئی واقعات کتب تفسیر میں ملتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ ایک دوسرے سے مختلف عمل کرنے کے بعد تھوڑے پریشان ہوئے تو صرف حضور ﷺ نہیں بلکہ خود اللہ رب العزت نے بھی ان کی تائید وتصویب فرمائی اور اس عمل کو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے قرآن کریم کی آیت ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا﴾[22] کے بارے میں روایت ہے کہ: قالَ: «اللِّينةُ النَّخلةُ»، وليُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ قالَ: «استنزَلوهم من حصونِهِم»، قالَ: وأمروا بقطعِ النَّخلِ فحَكَّ في صدروهم. فقالَ المسلِمونَ: قد قطعْنا بعضًا وترَكْنا بعضًا، فلنسألنَّ رسولَ اللَّهِ ﷺ هل لَنا فيما قطعْنا من أجرٍ؟ وَهل علَينا فيما ترَكْنا من وزرٍ؟ فأنزلَ اللَّهُ: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا﴾.[23]

حضرت ابن عباسؓ ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لینۃ سے مراد کھجور کا درخت ہے اور ﴿وَلِيُخْزِيَ الفَاسِقِينَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے ان (یہودیوں) کو ان کے قلعوں سے نکال دیا اور درختوں کے کاٹنے کا حکم ہوا تو دلوں میں خیال آیا کہ ہم نے کچھ درخت کاٹے ہیں کچھ چھوڑے ہیں۔ ان کا کاٹنے پر کیا ہمیں کوئی اجر ملے گا؟ اور ان کے چھوڑنے پر کوئی عذاب یا بوجھ ہے؟ جس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا﴾[24]

شریعت کے اس مزاج کو صحابہ کرامؓ اچھی طرح سے سمجھ گئے تھے اس وجہ سے پھر جب ان کے درمیان کوئی ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی اور لوگ مختلف طریقوں سے عمل کر لیتے تو کوئی صحابیؓ کسی دوسرے پر تنقید نہ کرتا۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک دفعہ حضرت انسؓ سے سفر کے دوران روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: سئل أنس رضي الله عنه، عن صوم رمضان في السفر؟ فقال: «سافرنا مع رسول الله ﷺ في رمضانَ فصامَ بعضنا وأفطرَ بعضنا فلم يعبِ الصَّائمُ علَى المفطرِ ولا المفطرُ علَى الصَّائمِ»[25]

حضرت انسؓ سے جب سفر کے دوران رمضان کے روزے کے بارے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: کہ "ہم نے رسول اللہ ﷺ کے جہاد کے لئے رمضان میں سفر کیا ہم میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا۔ (لیکن) روزہ رکھنے والے، نہ رکھنے والوں پر اور نہ رکھنے والے، روزہ رکھنے والوں پر کبھی اعتراض نہیں کیا کرتے تھے"۔

ایک ہی حکم پر مختلف صحابہؓ کی طرف سے مختلف عمل پر آپ ﷺ کا رد عمل

سیرت کی کتب اور احادیث کی کتب میں چند ایک ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کا ایک واضح حکم موجود تھا کہ یہ عمل کرنا ہے لیکن کچھ حالات ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے حکم کو

سمجھنے میں تاویل اور اجتہاد سے کام لیا اور ہر کسی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس حکم پر عمل کیا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يومَ الأَحْزَابِ: «لا يُصَلِّيَنَّ أحَدٌ العَصْرَ إلَّا في بَنِي قُرَيْظَةَ»، فأدْرَكَ بَعْضُهُمُ العَصْرَ في الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لا نُصَلِّي حتَّى نَأْتِيَهَا، وقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذلكَ، فَذُكِرَ ذلكَ للنَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يُعَنِّفْ واحِدًا منهمْ.[٢٦]

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ جنگ احزاب سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم سب عصر کی نماز بنو قریظہ پہنچ کر پڑھنا، راستے میں نماز کا وقت ہو گیا جس پر چند لوگوں نے کہا کہ ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز عصر پڑھیں گے لیکن چند دیگر حضرات نے کہا کہ حضور کا مقصود چونکہ نماز قضا کروانے کا نہ تھا لہٰذا ہم نماز یہیں پڑھ لیتے ہیں۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا بعض لوگوں نے عصر کی نماز راستے میں وقت کے اندر ادا کی اور کچھ لوگوں نے بنو قریظہ پہنچ کر وقت کے بعد نماز عصر ادا کی) رسول اللہ ﷺ سے جب اس سارے معاملے کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر ناراضی کا اظہار نہیں فرمایا (بلکہ دونوں کی خاموش تائید فرمائی)۔

گویا بعض صحابہ کرام نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ عام ہیں جن کا منشا یہ ہے کہ نماز بنو قریظہ جا کر ہی ادا کرنی چاہیے اگرچہ ایسا کرنے میں نماز کا وقت ہی کیوں نہ چلا جائے اور بعض نے ان الفاظ کا یہ مطلب سمجھا کہ وہاں جلد پہنچ کر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لینا چاہیے اسی وجہ سے دونوں گروہوں نے مختلف عمل کیا لیکن جناب نبی ﷺ نے دونوں میں سے کسی پر ناراضی نہ فرما کر اپنے عمل سے یہ بتایا کہ اس طرح کے امور میں اختلاف کرنا اختلاف مقبول ہے۔

اس عمل سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ فرمان کے مفہوم میں صحابہؓ کی آراء میں جب اختلاف ہو گیا تو صحابہ نے اس بنیاد پر تفرد اور فرقہ بندی کی روش اختیار نہیں کی بلکہ اپنی اصلاح اور اپنے عمل کی تصویب کے لیے اس عمل کو بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا اور آپ ﷺ نے دونوں آرا کو درست قرار دیا۔

صحابہ کرام کے غیر صائب عمل پر آپ ﷺ کا ردّ عمل

گزشتہ مباحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو اپنے عمل اور رائے کے بارے میں بتاتے تو آپؐ اس کی تصویب فرمایا کرتے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کے ہر عمل کی صرف تصویب ہی فرمایا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات ایسے بھی ہوتا تھا کہ صحابہ کرامؓ نے اپنی سوچ اور اجتہاد کی بنیاد پر کوئی عمل کیا۔ کیونکہ اس خاص حالت اور کیفیت کے بارے میں جناب نبی کریم ﷺ کی طرف سے ابھی تک کوئی واضح ہدایات موجود نہیں تھیں۔ تو جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کیے گئے عمل کے بارے میں حضور ﷺ کو بتایا۔ تو

جناب نبی کریم ﷺ نے اگر دیکھا کہ یہ عمل شریعت کی رو سے ٹھیک نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فوراً اس پر تنقید فرمائی اور آئندہ کے لیے تنبیہ بھی فرمائی۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ:

قال: بَعَثَنا رَسولُ اللهِ ﷺ إلى الحُرَقَةِ مِن جُهَيْنَةَ، فَصَبَّحْنا القَوْمَ فَهَزَمْناهُمْ ولَحِقْتُ أنا ورَجُلٌ مِنَ الأنْصارِ رَجُلًا منهمْ، فَلَمَّا غَشِيناهُ قالَ: لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ، فَكَفَّ عنْه الأنْصارِيُّ، وطَعَنْتُهُ برُمْحِي حتَّى قَتَلْتُهُ، قالَ: فَلَمَّا قَدِمْنا بَلَغَ ذلكَ النبيَّ ﷺ، فقالَ لِي: يا أُسامَةُ، أقَتَلْتَهُ بَعْدَ ما قالَ: لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ؟ قالَ: قُلتُ: يا رَسولَ اللهِ، إنَّما كانَ مُتَعَوِّذًا، قالَ: فقالَ: «أقَتَلْتَهُ بَعْدَ ما قالَ لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ؟» قالَ: فَما زالَ يُكَرِّرُها عَلَيَّ حتَّى تَمَنَّيْتُ أنِّي لَمْ أكُنْ أسْلَمْتُ قَبْلَ ذلكَ اليَومِ.[۲۷]

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کر کے انہیں شکست سے دوچار کیا، پھر میں اور ایک انصاری صحابیؓ اس قبیلہ کے ایک آدمی (مرداس بن عمو نامی) سے الجھ پڑے۔ جب ہم نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو وہ لا إله إلا الله کہنے لگا۔ جس پر انصاری صحابیؓ تو فوراً ہی رک گئے لیکن میں نے برچھی کے ساتھ اس کو قتل کر دیا۔ جب ہم واپس آئے اور آنحضرت ﷺ کو بھی اس واقعہ کی خبر ملی تو آپؐ نے دریافت فرمایا۔ اسامہ کیا اس کے لا اله إلا الله کے باوجود آپ نے اس کو قتل کیا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ قتل سے بچنا چاہتا تھا (گویا اس نے یہ کلمہ دل سے نہیں پڑھا تھا) جس پر آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے (کیا اس کے لا اله إلا الله کے باوجود آپ نے اس کو قتل کیا؟) جس پر میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لاتا۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اگر آپ ﷺ کو اگر کسی صحابیؓ کا عمل ناپسندیدہ ہوتا یا کسی غلط رائے یا گمان پر مبنی ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس پر ناراضی کا اظہار بھی فرما دیتے تھے۔

دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی بندہ لا اله إلا الله پڑھ لے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کے ظاہر کا اعتبار ہو گا اس کے دل میں کیا ہے؟ اس کے بارے میں تحقیق نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ یہی مضمون ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے جناب نبی کریم ﷺ کے سامنے آپؐ کی شان کے نامناسب بات کر دی۔ تو اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا:

قالَ خَالِدُ بنُ الوَلِيدِ: يا رَسولَ اللهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ فَقالَ: لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَكونَ يُصَلِّي قالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِن مُصَلٍّ يقولُ بلِسَانِهِ ما ليسَ في قَلْبِهِ، فَقالَ رَسولُ اللهِ ﷺ: «إنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عن قُلُوبِ النَّاسِ، وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ».[۲۸]

حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ میں کیوں نہ اس شخص کی گردن مار دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ اس پر خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور ان کے دل میں وہ نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس کا حکم نہیں ہوا ہے کہ لوگوں کے دلوں کا کھوج لگاؤں۔ اور نہ ہی اس کا حکم ہوا ہے کہ ان کے پیٹ چاک کروں۔

خاتمہ:

مقالے کے خاتمے میں نتائج اور سفارشات و تجاویز کو بیان کیا گیا ہے۔

نتائج:

اس مقالے سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

۱۔ ہر اختلاف ناپسندیدہ نہیں ہوتا بلکہ اختلاف دو قسم کا ہے۔ ایک مردود اور دوسرا مقبول۔

۲۔ مردود اختلاف یہ ہے کہ انسان اللہ کے کلام میں اختلاف کرے۔ مثلاً آیات متشابہات اور ایسی آیات جن سے وہ خود بھی شک میں مبتلا ہو اور دوسروں کے لیے بھی تشکیک کا باعث بنے نیز اپنی ذاتی انا، ضد، بغض اور عناد کی بنیاد پر کیا جانے والا اختلاف بھی اختلاف مردود میں شامل ہے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے ضد، عناد، بغض اور جاہلیت والی نسبت کی بنیاد پر کیا جانے والا اختلاف ناپسند فرمایا نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن کریم میں اختلاف سے بچو اور اس وقت تک قرآن کی تلاوت کرو جب تک دل مطمئن رہے اور اگر دل میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اٹھ جاؤ۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان ہونے والی اختلافی گفتگو اگر ایک خاص حد سے زیادہ بلند آواز میں ہوئی تو اللہ ربّ العزّت نے اس کو ناپسند فرمایا اور اس پر تنبیہ نازل فرمائی۔

۵۔ صحابہ کرامؓ کی زیادہ تر کوشش یہ ہوتی تھی کہ اختلاف پیدا ہی نہ ہو اسی وجہ سے فروعی مسائل میں وہ خود اپنی رائے سے مسئلہ حل کرنے کے بجائے جناب نبی کریم ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں حل نکالا کرتے تھے۔

۶۔ اگر کبھی ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی کہ باوجود کوشش کے کوئی مسئلہ حل نہ ہو رہا ہوتا تو وہ فوراً نبی کریم ﷺ سے راہنمائی لینے پہنچ جاتے۔

۷۔ اگر کسی معاملے میں جناب نبی کریم ﷺ کا کوئی واضح فرمان ان کے پاس موجود نہ ہوتا تو پھر وہ اپنے اجتہاد اور سوچ کے مطابق قرآن و سنت کے طے شدہ اصولوں کے اندر رہتے ہوئے اس کا جو حل سمجھ میں آتا وہ

اس پر عمل کرتے اور جیسے ہی موقع ملتا خود حاضر ہو کر جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں وہ مسئلہ پیش کر کے اپنے کیے گئے عمل کی وضاحت بتا کر راہنمائی لیتے۔

۸۔ جناب نبی کریم ﷺ کی طرف سے ملنے والی راہنمائی کو سننے کے بعد اگر ان کی غلطی واضح ہو جاتی تو اسکو انا کا مسئلہ بنائے بغیر نہ صرف یہ کہ فوراً سر تسلیم خم کر لیتے بلکہ اپنے عمل پر ندامت کا اظہار بھی کرتے۔

۹۔ اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ صورتیں عمل کی ممکن تھیں اور صحابہ کرامؓ اگر کوئی ایک رائے اختیار کرتے تو ان کو یہ ہر دم یہ احساس بدستور ذہن مین موجود رہتا کہ اسکی رائے غلط اور دوسرے ساتھی کی رائے ٹھیک بھی ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ فروعی مسائل میں مختلف صحابہ کرامؓ نے اگر ایک ہی حالت میں اپنے اجتہاد کی بنیاد پر مختلف طریقوں سے عمل کیا تو اللہ کے نبیؐ نے اس پر تنقید نہیں فرمائی بلکہ اس کی تصویب فرمائی۔

۱۱۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اگر اپنے صحابہ کرامؓ کو ایک حکم ارشاد فرمایا اور اس حکم میں ایک سے زیادہ احتمال موجود تھے تو اگر صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ نے اپنی سوچ اور اجتہاد کی بنیاد پر اسکی علّت تلاش کر کے اس پر عمل کیا اور دیگر صحابہؓ نے اس ظاہری حکم پر عمل کیا تو آپ ﷺ نے دونوں گروہوں کی خاموش تائید فرمائی۔

۱۲۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو یہ بھی سکھایا کہ اگر کوئی مخالف آپ کے ساتھ نامناسب رویے سے بھی پیش آئے تو بھی اس کے بارے میں بدگمانی سے بچتے ہوئے اس کی ظاہری حالت کا اعتبار کریں اور اگر وہ کلمہ اور نماز پڑھتا ہے تو اس پر کوئی بھی حکم لگا کر فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں۔

سفارشات وتجاویز:

آج جب کہ ہر طرف افراتفری کا عالم ہے، امت مسلمہ اس وقت جس مذہبی انتشار کا شکار ہے، ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حالات و واقعات اس بات کا تقاضا کر رہے ہیں کہ ہر قسم کے گروہوں کے حصار اور مذہبی منافرت کی دلدل سے چھٹکارہ پا کر اسلام کے اس عظیم اور وسیع قلعہ میں پناہ گزیں ہوں جو دینی و دنیوی ترقی و خوشحالی کا ضامن ہے اور امن و سلامتی، الفت و مودت کا پیغام دیتا ہے لیکن گروہی سوچ اور مختلف تعصبات عظمت و ترقی کی راہ کو مسدود کرتے ہیں۔ تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مذہبی اختلافات کو کیسے حل کیا جائے؟ یہ سوال انتہائی اہم ہے۔ اور اس سوال کا جواب کسی حد تک اس مقالے میں دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اختلاف پیدا ہو جانا کوئی بری بات نہیں ہے۔ اصل غلط چیز جس سے امت کو نقصان ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ ان

اختلافات کو حل کرنے کی یا تو بالکل کوشش ہی نہیں کی جارہی اور اگر کی بھی جارہی ہے تو اس کی سمت اور رخ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ اس مقالے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ اختلاف کوئی آج کی بات نہیں ہے بلکہ اس اختلاف کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ نسل انسانی کی تاریخ۔ لہذا موجودہ زمانے کے اختلافات کو حل کرنے کے لیے جناب نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور اور آپ کی سیرت مبارکہ سے راہنمائی لی جائے تو پوری امت مسلمہ کے لیے اچھی خبر بن سکتی ہے۔اس سلسلے میں چند ایک تجاویز اسی مقالے کی رشنی میں مندرجہ ذیل ہیں جن پر عمل کرکے کافی حد تک اختلافات کو کم کیا جاسکتا ہے یا اختلاف کے برے نتائج سے بچا جاسکتا ہے۔

۱۔ جناب نبی کریم ﷺ نے جن اختلافات کو بالکل ناپسند فرمایا(مثلاً نسلی عصبیت کی بنیاد پر کیا جانے والا اختلاف اور قرآن کریم کی آیات متشابہات میں اختلاف کرنا)ان سے بالکل اجتناب کیا جائے۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کے مطابق ہر شخص اور گروہ اپنی رائے کو حتمی سمجھنے کے بجائے اس میں غلطی کے احتمال اور دوسروں کی میں اصابت کے امکان کو مد نظر رکھے۔

۳۔ اختلاف کے باوجود بھی فریق مخالف کا اکرام واحترام دل سے ہرگزنہ کم ہو، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا دادا کی وراثت کے مسئلہ پر اختلاف کرنا اور آپس میں دلائل پیش کرنے میں تیزی و تکرار کا مظاہرہ کرنا مگر جب ملاقات ہوتی ہے تو انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اور حضرت زیدؓ کی وفات پر گہرے دُکھ کا اظہار کرتے ہیں اور ایسی بے شمار مثالیں عہد نبویؐ اور عہد صحابہؓ میں موجود ہیں۔

۴۔ اگر کوئی مخالف آپ کے ساتھ نامناسب رویے سے بھی پیش آئے تو بھی اس کے بارے میں بدگمانی سے بچتے ہوئے اس پر کوئی بھی حکم لگانے میں جلدی سے گریز کیا جائے۔

۵۔ اسی طرح کسی بحث میں فریق مخالف سے کوئی محتمل بات ہو جائے تو اس کو اچھے مفہوم پر ہی محمول کریں- بلاوجہ اپنی طرف سے غلط مفہوم نکالتے ہوئے طعن و تشنیع یا بدگمانی کا شکار نہ ہوں- جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: ولا تظنن بكلمة خرجت من أخيك المسلم إلا خيرا، وأنت تجد لها في الخير محملا[۲۹]، "اپنے مسلمان بھائی سے صادر ہونے والے کلمات کا اچھا اور بہتر مفہوم ہی مراد لیجئے جبکہ اس میں اچھا معنی لینے کا امکان واحتمال موجود ہو"-

۶۔ ایسے غیر ضروری سوالات سے گریز کیا جائے جن کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہو اور نہ ہی اس سے سماج کا کوئی اجتماعی فائدہ اس سے وابستہ ہو۔ بلکہ وہ سماجی مشکلات کا باعث بنے۔

۷- کوئی بھی بات جس کے بارے میں مکمل تفصیل معلوم نہ ہو اس کو اپنے طور پہ لوگوں مین پھیلانا یا اس کی بنیاد پر کوئی استنباط کر کے حکم نکالنے کی بجائے اس کو قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق اہل علم اور اہل حلّ و عقد تک پہنچا کر اس کے بارے میں موقف بنانا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾[۳۰] اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔

(References)

1۔ جرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی (المتوفی:۸۱٦ھ)، التعریفات، اسکندریہ - مصر، دار الایان للتراث، ص۱۳۵۔

2۔ العلوانی، ڈاکٹر طہ جابر فیاض، أدب الاختلاف في الإسلام، معهد العالمي للفكر الإسلامي، هريندن، امریکا، ص:۲۳

3۔ ایضا، ص:۲۱

4۔ سورۃ الانفال:۵۹

5۔ سورۃ آل عمران:105

6۔ سورۃ ہود:۱۱۸-۱۱۹

7۔ العلوانی، ڈاکٹر طہ جابر فیاض، أدب الاختلاف في الإسلام، ص:۲۴۔

8۔ القشیری، امام مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، قاہرہ؛ مطبعة عيسى البابي الحلبي وشرکاہ ۱۹۵۵، ۴: ۲۰51 حدیث:۲٦٦٦۔

9۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دمشق؛ دار ابن کثیر، دار الیمامہ، ۱۹۹۳، ٦: ۲٦۸۰: حدیث ٦۹۳۰۔

10۔ احمد، امام احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، بیروت لبنان، مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱، ۱۹۰: ۱۳: حدیث ۸۱۴۴۔

11۔ سورۃ آل عمران:۱۵۹

12۔ العسقلانی، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، دار المعرفة ۱۳۷۹، ر۸: ۵۹۱۔

13۔ سورۃ الحجرات:۲

14۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التفسیر: ۲٦٦۲: ٦: حدیث ٦۸۷۲۔

15۔ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن هشام بن ایوب حمیری، السیرۃ النبویۃ لابن هشام، مصر؛ شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، ۱:۵۵۶۔

16۔ایضا:۱:۳۸۱-۳۸۲

17۔سورۃ آل عمران:۱۰۰-۱۰۱

18۔سندھی، مولانا عبید اللہ، اردو شرح حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کراچی، حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ (مترجم) ص:۲۳۹

19۔نسائی، امام احمد ابن شعیب ابن علی ابن بحر ابن سنان، سنن النسائی، قاہرہ؛ المکتبة التجارية۱۹۳۰، ۱:۲:۱۷۲، حدیث ۳۲۴۔

20۔ابوداؤد، سلیمان ابن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد: بیروت، لبنان، دار الرسالة العالمية۲۰۰۹، ۱:۲۵۳، حدیث ۳۳۷۔

21۔احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی ذہلی، مسند احمد: مسند علی ابن ابی طالب۔۲۱۷:۲، حدیث:۸۶۵

22۔سورۃ الحشر:۵

23۔ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن سورہ بن شداد: جامع/سنن ترمذی، مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي 1975: ۴۰۸:۵، حدیث ۳۳۰۳۔

24۔سورۃ الحشر:۵

25۔القشیری، امام مسلم بن الحجاج صحیح مسلم، ۷۸۷:۴۲، حدیث:۱۱۱۸۔

26۔بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ۱۵۱۰:۴، حدیث:۳۸۹۳۔

27۔بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ۱۵۵۵:۴، حدیث:۴۰۲۱۔

28۔بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ۱۵۸۱:۴، حدیث:۴۰۹۴۔

29۔ بیہقی، أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي، شعب الإيمان، رياض؛ مكتبة الرشد للنشر، ۲۰۰۳، ۵۵۹:۱۰: حدیث:۷۹۹۲۔

30۔سورۃ النساء:۸۳